Biannual Research Journal
AL-IDAH
Published by
SHAYKH ZAYED ISLAMIC CENTRE
UNIVERSITY OF PESHAWAR
PESHAWAR PAKISTAN
ISSN (Print) : 2075-0307
ISSN (Online) : 2664-3375
OPEN ACCESS
الإیضاح
شیخ زاید مرکز اسلامی جامعہ پشاور
www.al-idah.pk
JUL - DEC 2021
VOL:39 ISSUE:2

معاشی محنت کا نبوی تصور (تجزیاتی مطالعہ)

Prophetic Concept of Economic hard work (Analytical study)

Issue: http://www.al-idah.pk/index.php/al-idah/issue/view/35

URL: *http://www.al-idah.pk/index.php/al-idah/article/view/779.*

Article DOI: *https://doi.org/10.37556/al-idah.039.02.0779*

Author(s): Tafseer Abbas

PhD Scholar, Department of Islamic Studies, National University of Modern Languages, Islamabad Email: tafseer.abbas@fui.edu.pk

Iram Sultana

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, National University of Modern Languages, Islamabad. Email: irum_sultana@live.com

Citation: *Tafseer Abbas and Iram Sultana 2021. Prophetic Concept of Economic hard work (Analytical study). Al-Idah . 39, - 2 (Dec. 2021), 195 - 221.*

Received on: **09 – July - 2021**
Accepted on: **19 – Nov - 2021**
Published on: **24 – Dec - 2021**

Publisher: *Shaykh Zayed Islamic Centre, University of Peshawar, Al-Idah – Vol: 39 Issue: 2 / July – Dec 2021/ P. 195 - 221.*

Abstract:
Islam is a complete code of life for people from all walks. One of the important segments of our society is the working class. The Holy Prophet (PBUH) is an Ideal Guardian for laborer. We can find beautiful demonstrations of hard work in The Life of Holy Prophet (PBUH). He used to graze goats in childhood. He joined the trade activities in local trade and afterwards moved for free International trade. Sunnah of The Holy Prophet (PBUH) explains us the principles & ethics of business. He also showed hard work in agriculture and horticulture. He was interested in raising camels and horses. He was to be ahead of important construction works. As a Commander-in-Chief He was impossible to be demoralized by the hardships of battle fields. He always asked for Allah's refuge from laziness and sloth.

***Keywords**:*
Labor, Guardian of laborer, Principles of hard work, The Holy Prophet's patterns of hard work, facing hardships.

ہر انسان کو زندگی گزارنے کے لئے روٹی، کپڑا اور مکان درکار ہے جس کے حصول کے لئے کسی نہ کسی ذریعہ آمدن کی ضرورت ہوتی ہے۔ رسول کریم ﷺ کا معاملہ بھی اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں ہے، آپ ﷺ ساری انسانیت کے لئے اُسوۂ حسنہ ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ نے اُن محنت کشوں کے لئے بھی رہنمائی مہیا فرمائی جو جسمانی مشقت اور ہاتھوں کی محنت سے اپنی معاش حاصل کرتے ہیں۔ رزقِ حلال اعمال صالحہ کی بنیاد ہے اور یہ محنت ہی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ رزقِ حرام وہ ہے جس سے انسانی استحقاق ثابت نہ ہو اور انسانی استحقاق محنت کے حوالے سے ہی متعین ہوتا ہے۔ اس اہمیت کے پیش نظر محنت کشی کی ترغیب کے لئے نبوی قیادت درکار تھی۔

داعی الی اللہ کے لئے بھی ضروری ہے کہ اس کی نظریں دوسروں کے اموال پر نہ ہوں اور نہ اس کی معاش کا انحصار غیروں پر ہو۔ وہ مالی طور پر ہر شخص سے مستغنی ہو۔ اسی صورت میں اس کی قدر و قیمت میں اضافہ، مقام و مرتبہ میں بلندی، شکوک و شبہات سے حفاظت اور جدوجہد میں بھی اخلاص پیدا ہو گا۔ نیز ان دُشمنانِ اسلام کے پیدا کردہ شبہات بھی باطل قرار پائیں گے جو لوگوں کو یہ تصور دیتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) انبیائے کرام نے اپنی دعوت کے ذریعے دُنیا اور دولت و اقتدار حاصل کرنا چاہا۔[1] اس اعتراض کو اللہ تعالی نے ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے:

(قَالُوا أَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا وَتَكُونَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاءُ فِي الْأَرْضِ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِينَ)[2]

ترجمہ: انہوں نے کہا؛ کہ تو ہمارے پاس آیا ہے کہ ہمیں اس (طریقے) سے پھیر دے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا اور تم دونوں کے لئے زمین میں اقتدار ہو؟ جبکہ ہم تم دونوں پر ایمان لانے والے نہیں۔

یہ بات فرعون نے سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون سے کہی تھی۔ ایسے لوگوں کی عقل پر دُنیا کی محبت اس قدر غالب آ چکی ہوتی ہے کہ کسی بھی نظریے اور تحریک کو دیکھ کر یہ لوگ فوراً الزام لگا دیتے ہیں کہ اس کا مقصد دُنیا کا حصول ہے، اسی لئے انبیائے کرام علیہم السلام نے واضح طور پر اپنی اُمتوں سے کسی دُنیاوی اجر سے بے نیاز ہونے کا اعلان فرمایا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

(وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ)[3]

ترجمہ: اور اے میری قوم! میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اللہ ہی پر ہے۔

وہ اپنی تمام کوشش و کاوش، دینی و عوامی خدمت کے صلے میں لوگوں سے ایک پیسے کے بھی طلبگار نہ ہوتے تھے۔ قرآن کریم میں انبیائے کرام کی زبان اطہر سے اس کا تذکرہ ان الفاظ میں موجود ہے:

(وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ)[4]

ترجمہ: میں آپ سے اس خدمت کا کوئی بدلہ نہیں چاہتا، بلکہ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اجر کا طلب گار ہوں۔

وہ تو اپنی ذات اور عیال پر صدقہ و زکوٰۃ اور ہر قسم کے معاوضہ کو حرام تصور کرتے تھے اور بے پناہ مصروفیات اور مشکلات کے باوجود اپنی معاش کا خود انتظام کرتے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان اگر صرف حلال روزی پر اکتفا کرے تو اس کے اندر ایسی جرأت اور بہادری پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ کلمہ حق دو ٹوک الفاظ میں کہہ سکتا ہے۔ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو اپنی آمدن اور نوکریاں بچانے کے لئے ظالموں کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں، ان کی غلط باتوں پر خاموشی اختیار کرتے ہیں اور ان کی خواہش پرستی کو تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ ایک مسلمان داعی کو سب سے بڑھ کر اس بات کا اہتمام کرنا چاہیئے کہ اس کی معاش کا انحصار ذاتی محنت اور عمدہ تجارت پر ہو۔ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے تاکہ دُنیاوی لحاظ سے وہ کسی کا احسان مند نہ ہو، وگرنہ اپنے محسن کے سامنے وہ آزادی کے ساتھ حق بات کا اظہار نہیں کر سکے گا، اس کا فضل واحسان ضرور اسے مرعوب کرے گا۔

اس مقصد کے لئے رسول کریم ﷺ کو اس تربیتی مرحلے سے گزرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تربیت کے لئے جو انداز اختیار کیا اس میں یہی حکمت پنہاں ہے۔ تربیت کا یہ انداز بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہی مشیت تھی کہ بعثت سے قبل آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں کوئی ایسی چیز پیش نہ آئے جو بعثت کے بعد آپ ﷺ کی دعوت میں کسی قسم کی پیچیدگی یا رکاوٹ پیدا کرے یا اس پر منفی اثرات مرتب کرے۔ آپ ﷺ نے معیشت کے ہر پہلو کو عملی مثالوں سے واضح فرما دیا اور بذاتِ خود محنت کو شعار بنایا۔ یہ محنت صرف مثال مہیا کرنے کے لئے وقتی عمل نہ تھا بلکہ آپ ﷺ کی پوری زندگی ایک محنت کش کی زندگی ہے۔ سیرت مطہرہ کا مطالعہ ایسی بیسیوں مثالیں مہیا کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے کس کس طریق سے حصول رزق، معاشرتی فلاح اور قومی سربلندی کے لئے محنت فرمائی ہے۔ ذیل میں آپ ﷺ کے اُسوہء محنت کشی کے چند پہلوؤں سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

پیشہ گلہ بانی:

جزیرہ عرب کا بیشتر حصہ لق و دق صحراؤں اور خشک پہاڑی سلسلوں پر مشتمل ہے۔ اس زمانہ میں یہاں کے باشندے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ چرا کر گزر اوقات کیا کرتے تھے۔ جہاں کہیں پانی دستیاب ہوتا وہاں چھوٹے چھوٹے نخلستان اور تھوڑی بہت کھیتی باڑی ہو جاتی۔ مکہ مکرمہ میں حصول معاش کے لئے گلہ بانی اور تجارت عام تھی۔

یہ خبر متواتر ہے کہ ابھی آپ ﷺ بچپن کے ایام سے گزر رہے تھے اور بنو سعد کے بادیے میں اپنی رضاعی والدہ سیدہ حلیمہ سعدیہ کے ہاں قیام پذیر تھے تو محنت اور سخت محنت آپ ﷺ کو مرغوب تھی۔ ایک روز سیدہ حلیمہ سعدیہ سے کہا اے مادرِ مہربان! میں بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ جاؤں گا اور گوسفند چرانے میں ان کی مدد کروں گا، کوہ و صحرا میں اللہ کی صناعیوں کو دیکھوں گا، عبرت حاصل کروں گا اور چیزوں کے نفع و نقصان کو سمجھوں گا۔ سیدہ حلیمہ نے دیکھا کہ آپ ﷺ صحرا کی طرف جانے پر بہت مائل ہیں تو اپنے لڑکوں کو آپ ﷺ کی حفاظت و رعایت کی تاکید

کرکے روانہ کیا۔[۵] آپ ﷺ اپنی رضاعی بہن شیما اور رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریوں کی حفاظت اور خبر گیری کے لئے عملی مشارکت فرماتے تھے۔ صحرا میں جہاں روئیدگی کم تھی، لہٰذا بکریاں سبزہ کی تلاش میں دور تک پھیل جاتیں۔ آپ ﷺ انہیں ہانکتے اور گھر کی طرف لانے کے لئے ان کے پیچھے ہوتے۔

رسول اللہ ﷺ کے والد گرامی نے ایک باندی سیدہ اُم ایمن □، پانچ اراک کھانے والے اُونٹ اور چند بکریاں ترکے میں چھوڑیں تھیں، یہ سب کی سب بھی آپ ﷺ کو ملیں تھیں۔ بعض سیرت نگاروں نے آپ ﷺ کی وراثت پدری میں صرف ایک باندی اور ایک اُونٹنی کا ذکر کیا ہے۔[۶]

لڑکپن میں اپنے دادا سردار عبدالمطلب کی وفات کے بعد چچا ابو طالب کی حفاظت میں آئے تو گھر کی متوسط حیثیت آپ ﷺ سے بھی محنت کا تقاضا کرتی تھی۔آپ ﷺ کو پیدائشی طور پر ورثے میں کوئی مکان، جاگیر و جائیداد کچھ بھی نہیں ملا جس کی وجہ سے عنفوانِ شباب کے ابتدائی ایام سے ہی محنت و جفا کشی کی زندگی بسر کرنا شروع کر دی۔ اگرچہ ابتدا میں آپ ﷺ کا کوئی مخصوص کام نہیں تھا اور زیادہ وسائل بھی میسر نہیں تھے ،اس لئے آپ ﷺ نے عام عرب معاشرے کی طرح گلہ بانی کا پیشہ اپنایا۔آپ ﷺ نے اپنے چچا سے بھیڑ بکریاں چرانے کی اجازت چاہی۔ پہلے تو جناب ابو طالب تیار نہ ہوئے لیکن آپ ﷺ کے مسلسل اصرار پر انہوں نے اجازت دے دی۔اس طرح اپنے چچا کی معاشی خوشحالی کے لئے کوشاں ہو گئے۔ یہ گلہ بانی تمہید تھی مستقبل کی جہاں بانی کی جہاں محنت آپ ﷺ کی ذات کا حصہ بن گئی تھی۔آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

((ما بعث الله نبيا الا رعىٰ الغنم))[۷] ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

بلکہ آپ ﷺ اس چیز کو فخر کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے:

((انا اعربكم، انا قرشي، واسترضعت في سعد بن بكر))[۸] ترجمہ: میں تم میں سے بڑا فصیح اللسان اور قریشی ہوں، میں نے بنی سعد بن بکر میں دودھ پیا ہے۔

واضح رہے کہ عرب میں بکریاں چرانا کوئی معیوب کام نہ تھا۔بڑے بڑے شرفاء اور امراء کے بچے بھیڑ بکریاں چراتے تھے۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی بکریاں چرائیں جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ﴾[۹] ترجمہ: اور تمہارے لئے ان (جانوروں) میں خوبصورتی ہے جب تم شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب صبح چرانے کو لے جاتے ہو۔

اسی طرح آپ ﷺ نو (۹) سال کی عمر مبارک سے لے کر سیدہ خدیجہ طاہرہ □ سے نکاح ہونے یعنی تقریباً پچیس (۲۵) سال کی عمر تک اپنے چچا کے ساتھ رہے مگر اس سولہ سالہ عرصہ میں اپنے غریب چچا پر بوجھ

نہیں بنے، بلکہ محنت و کاوش کے ذریعے اُن کی مشکلات کو آسان کرنے کی حتی الامکان کوشش کرتے رہے۔ کیونکہ جناب ابوطالب مالی طور پر اتنے خوشحال نہ تھے۔

پیشہ تجارت:

ذرائع آمدن کا ایک بہترین ذریعہ تجارت ہے۔ گلہ بانی کے علاوہ اہل مکہ کا دار و مدار تجارت پر تھا اور مکہ کی زندگی اور ثقافتی سرگرمیاں تجارتی سرگرمیوں کے ساتھ جڑی ہوئی تھیں۔ مشرق اور مشرق بعید کے ممالک سے درآمد کی ہوئی اجناس، گرم مصالحے اور مصنوعات بادبانی کشتیوں کے ذریعے یمن کی بندرگاہوں تک پہنچتیں۔ یہاں مکہ کے قریشی تاجر اِن کو خرید لیتے اور اپنے اونٹوں پر لاد کر بحیرہ روم کی بندرگاہوں اور شام کے شہروں تک لے جاتے، وہاں انہیں فروخت کرتے اور یہاں سے مغربی ممالک سے درآمد شدہ اشیاء خرید کر یمن کی بندرگاہوں اور شہروں تک پہنچاتے۔ جو لوگ سرمایہ کی کمی کے باعث تجارت کی سکت نہ رکھتے وہ اپنے اونٹوں کے ذریعہ مال برداری کرکے کافی اُجرت کما لیتے۔

پیشہ تجارت کا سب سے بڑا اعزاز یہ ہے کہ سید الاوّلین والآخرین ﷺ نے بھی اس میں حصہ لیا ہے۔ کبھی مشارکت کے طور پر، کبھی مضاربت کے طور پر۔ آپ ﷺ کے والد جناب عبداللہ ایک خوشحال، کامیاب اور تجربہ کار تاجر تھے۔ ان کے آخری سفر تجارت کا مال اور اس کا نفع اور اس سے پہلے کے ان کے تجارتی اسفار میں تجارت سے حاصل شدہ نقد و جنس پر مشتمل ان کی جمع پونجی بھی ان کے یتیم بیٹے کو ملی ہو گی۔ اسی لیے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی آپ ﷺ نے نوجوانانِ قریش کی مانند تجارت کا مشغلہ اپنایا کہ یہی قبیلہ کی روایت اور شہر و خاندان کی رِیت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے لئے بعثت سے قبل اسے نہایت آسان بنا دیا تھا، فنِ تجارت میں آپ ﷺ کو مہارتِ تامہ حاصل تھی۔

اپنے بچپن میں بھی آپ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ کم از کم یمن اور شام کے دو سفر کیے تھے اور بعض روایات میں تجارت کے حوالے سے آپ ﷺ کی اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ دوسرے بازاروں (ذوالمجاز وغیرہ) میں موجودگی معلوم ہوتی ہے۔ سید سلیمان ندویؒ نے عرب کے بازاروں میں جاشہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ جہاں آپ ﷺ کو سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے تجارت کی غرض سے بھیجا تھا ان میں جرش (یمن) بھی شامل ہے جہاں آپ ﷺ دو بار گئے تھے اور مسند اِحمد کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے بحرین/ قبیلہ عبدالقیس کے علاقے کا سفر بھی برائے تجارت کیا تھا۔ [۱۰]

اس طرح تجارت و کاروبار سے ابتدائی تعارف حاصل کر لیا اور پھر بذات خود اوائل عمر ہی میں تجارت کرنے لگے۔ تاریخی روایات اور شواہد کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے اٹھارہ بیس سال کی عمر مبارک میں تجارت کا آغاز کیا ہو گا کہ لگ بھگ اسی عمر و سن میں آپ ﷺ کے آباء و اجداد اور دوسرے قریشی تجار نے

تجارت شروع کی تھی۔ جناب ہاشم بن عبد مناف، جناب عبدالمطلب اور جناب عبداللہ وغیرہ تقریباً سب کی کم و بیش یہی عمر تھی۔ [۱۱] رسول اللہ ﷺ کے دوست اور یار غار سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تجارت ہی کرتے تھے۔ اس بابرکت پیشے کے شرعی احکام و فضائل قرآن و سنت میں تفصیل کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں جن کا مختصر تذکرہ حسب ذیل ہے۔

- **تجارت کے برکات:**

رسول کریم ﷺ نے تجارت کے برکتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

((البركة عشرة اجزاء تسعة اعشارها فى التجارة)) [۱۲] ترجمہ: اگر برکت کو دس حصوں میں تقسیم کر دیا جائے تو ان میں سے نو حصے تجارت ہو گی۔

- **تاجر کا مقام:**

تاجر سماج کا ایک ایسا فرد ہے، جو دوسروں کو ضروریاتِ زندگی کی فراہمی کا کام کرتا ہے۔ سہولیات کو ان کے دہلیز تک پہنچاتا ہے، جو ایک بہترین عمل ہے، جس سے انسان استفادہ کرتے ہیں، لیکن اس عمل میں اگر راست گوئی کا اہتمام کیا جائے تو نہ صرف دنیا میں عمل کے برکات ظاہر ہوتے ہیں، بلکہ آخرت میں اس کو بڑا رتبہ نصیب ہو گا۔ اس کے فضیلت کو آپ ﷺ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:

((التاجر الصدوق الامين مع النبيين والصديقين والشهداء)) [۱۳] ترجمہ: سچا امانت دار تاجر نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہو گا۔

لیکن تجارت میں بد دیانتی کے ارتکاب کے بارے میں آپ ﷺ نے ہولناک وعید بھی سنائی۔ سیدنا رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ نماز کے لئے نکلے، آپ ﷺ نے تاجروں کو خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

((يا معشر التجار! فاستجابوا لرسول الله ﷺ و رفعوا اعناقهم و ابصارهم اليه، فقال: ان التجار يبعثون يوم القيامة فجارا الا من اتقى الله و بر و صدق)) [۱۴]

ترجمہ: اے تاجروں کی جماعت! ان سب نے آپ ﷺ کی طرف اپنی گردنوں اور آنکھوں کو اُٹھایا اور آپ ﷺ کی آواز پر سب نے لبیک کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "بے شک تاجر لوگ قیامت کے دن فاسق و فاجر لوگوں میں اُٹھائے جائیں گے مگر جس نے اس پیشے کو اللہ تعالیٰ کے خوف کے تحت سچائی اور نیک شعاری کے ساتھ انجام دیا۔

اپنے ہاتھ سے کمائی اور تجارت کے متعلق سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

((قیل: یا رسول الله ﷺ أی الکسب أطیب؟ قال: عمل الرجل بیده وکل بیع مبرور)) (۱۵)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: کون سی کمائی سب سے پاکیزہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر جائز تجارت۔

آنحضرت ﷺ اور آزاد بین الاقوامی تجارت:

قریش کی یہ عادت تھی کہ وہ سال میں ایک بار تجارت کے لئے مختلف ممالک کا سفر کرتے تھے، ان کے تجارتی قافلے سردی اور گرمی کے موسم میں شام، فلسطین، یمن، مصر، عراق اور حبشہ وغیرہ جایا کرتے تھے۔ کیونکہ اُن کی معیشت کا زیادہ تر انحصار اسی پر تھا۔ قرآن کریم میں سورۃ القریش کا بین الاقوامی تجارت سے خاص تعلق ہے۔ قریش کے لوگ چونکہ کعبہ شریف کے خادم و نگہبان تھے اس لئے پورے جزیرہ نمائے عرب میں ان کا خاص احترام تھا۔ دوسرے قبائل کو رہزنوں اور دشمنوں سے بچتے ہوئے سفر کرنا سخت مشکل تھا جبکہ قریش کے تجارتی قافلے مامون و محفوظ تھے۔ اس امن اور حفاظت کی ایک بڑی وجہ اصحابِ فیل کا وہ عبرت ناک واقعہ بھی تھا جو آپ ﷺ کی ولادت با سعادت سے صرف پچاس روز پہلے رُونما ہوا تھا۔ یمن کا عیسائی حاکم ابرہہ بیت اللہ شریف کو ڈھانے کے لئے جب مکہ مکرمہ کے قریب آ پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اُسے اور اُس کے ہاتھیوں کو پرندوں کے ایک غول کے ذریعے تہس نہس کر ڈالا۔ اس عجیب و غریب واقعہ میں اہلِ یمن اور آس پاس کے دوسرے قبائل میں کعبۃ اللہ کی عظمت و جلالت کا عقیدہ مزید مستحکم ہو گیا، دوسری طرف خود قبیلۂ قریش کا رُعب و دبدبہ مزید قائم ہو گیا اور ان کے تجارتی قافلوں کی راہ اور زیادہ ہموار ہو گئی جو اُن کی معاشی خوشحالی کا سب سے بڑا ذریعہ تھی۔

رسول اللہ ﷺ کے بین الاقوامی تجارتی اسفار کا تذکرہ تاریخ کی کتب میں ملتا ہے۔ آپ ﷺ سرزمین عرب کے بعض علاقوں میں تجارت کے لئے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامان لے کر گئے۔ دو مرتبہ ان کا سامانِ تجارت لے کر جُرَش بھی تشریف لے گئے جو یمن میں ہے۔ ہر دفعہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے معاوضے میں ایک اُونٹ یا اُونٹنی دیئے۔ (۱۶) روایات میں آتا ہے:

((استاجرت خدیجة رضوان الله علیها رسول الله ﷺ سفرتین الی جُرَش، کل سفرة بقلوص)) (۱۷)

ترجمہ: سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو جُرَش (یمن کے ایک مقام) کی طرف دو بار تجارت کے لئے اُونٹنیوں کے عوض بھیجا۔

نبوت سے قبل آپ ﷺ کے بحرین کی طرف سفر کرنے کا اشارہ بھی ملتا ہے۔ وہ اس طرح کہ جب عرب کے تمام دور دراز مقامات سے آپ ﷺ کی خدمت میں وفود حاضر ہوتے رہے، انہی میں بحرین سے وفد

عبدالقیس بھی آیا، تو آپ ﷺ نے اہلِ وفد سے بحرین کے ایک ایک مقام کا نام لے کر وہاں کے احوال دریافت فرمائے، تو لوگوں نے تعجب سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ تو ہمارے ملک کے احوال ہم سے بھی زیادہ جانتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

"ہاں! میں تمہارے ملک میں خوب گھوما ہوں۔"(۱۸)

اسی طرح دیگر تاجران قریش بھی مختلف تجارتی اسفار میں آپ ﷺ کے شریک ہوتے۔ یہ آزاد بین الاقوامی تجارت جو قریش مکہ کو نصیب ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا انعام قرار دیا ہے اور اس کے شکرانے کے طور پر اُن سے اپنی ہی عبادت کا مطالبہ فرمایا ہے، جس سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ اسلامی تعلیمات کی رُو سے بین الاقوامی تجارت کا بھی آزاد ہونا مطلوب اور قابل ستائش ہے جس کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیئے۔ اس سلسلے میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد سونے سے لکھنے کے قابل ہے:

((اوصیکم بالتجار خیرا، فانھم برد الآفاق وامناءُ اللہ فی الارض)) (۱۹)

ترجمہ: میں تمہیں تاجروں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ دُنیا کے اطراف تک (لوگوں کی ضرورت) پہنچانے والے ہیں اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔

شراکت و مضاربت میں آنحضرت ﷺ کی اصول پرستی:

دو آدمیوں کا اس طرح شراکت کرنا کہ ایک کی طرف سے مال ہو اور دوسرے کی طرف سے محنت اور نفع میں دونوں شریک ہوں۔ صاحبِ مال کو سرمایہ کار اور محنت کرنے والے کو عامل کہتے ہیں۔ تجارت کی ابتدائی تربیت کے بعد جب آپ ﷺ نے اپنے طور پر تجارت شروع کی تو مضاربت کے اصول پر دوسرے کے سرمایہ کے ساتھ اپنی محنت شامل کر کے کی۔ آپ ﷺ قافلوں کے ساتھ شہر کے تاجروں کا مال لے کر دوسری منڈیوں میں جاتے اور مال بیچ کر منافع میں سے اپنا حصہ وصول کر لیتے۔ اس کام میں آپ ﷺ کو معاملہ فہمی، صداقت، امانت اور دیانت کے باعث اتنی شہرت ملی کہ مکہ میں آپ ﷺ کو صادق اور امین کہا جانے لگا۔ آپ ﷺ پر اعتماد کر کے کسی کو پشیمانی نہ ہوتی اور آپ ﷺ پورے احساس ذمہ داری کے ساتھ ہر معاملہ طے فرماتے۔ اس بات کی شہادت سیدنا قیس بن سائب مخزومی رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں دی:

"میں نے محمد ﷺ سے بہتر کوئی ساتھی نہیں پایا۔ اگر ہم آپ ﷺ کا سامان لے جاتے تو واپسی پر آپ ﷺ ہمارا استقبال کرتے اور خیر و عافیت پوچھتے اور جب ہم حساب دیتے تو اس پر کوئی تکرار نہیں فرماتے تھے اور جب آپ ﷺ سفر سے لوٹتے تو جب تک حساب صاف نہ کر لیتے گھر نہ لوٹتے تھے۔"(۲۰)

مکہ مکرمہ کے مال دار یا وہ افراد جو دور دراز کے سفر اور بازاروں کی مصروفیت سے گریز کرتے تھے یا بعض وجوہ سے خود نہیں کر سکتے تھے وہ دوسرے محنتی اور کار گزار و امانت دار اشخاص کو اپنا مال تجارت دے کر

عرب کے مختلف بازاروں اور قریبی ممالک کی طرف بھیجا کرتے تھے اور نفع کا ایک تناسب جو فریقین میں طے پاجاتا تھا مضاربوں کو ادا کر دیتے تھے، اس طرح دونوں کو فائدہ ہوتا تھا۔

آنحضرت ﷺ کے تجارتی اخلاق:

ایک کامیاب تاجر کے اوصاف میں سے اہم ترین وصف صداقت و امانت ہے۔ تجارت میں نبی کریم ﷺ کی شخصیت کے یہی دو اوصاف تھے جنہوں نے سیدہ خدیجہ □ کو آمادہ کیا کہ وہ اپنا تجارتی سامان دے کر آپ ﷺ کو شام جانے کی درخواست کریں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی تجارت میں برکت فرمائی اور ہر قسم کی خیر اور بھلائی کے دروازے کھول دیئے۔

تجارت میں آپ ﷺ ہمیشہ اپنا معاملہ صاف رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں جن لوگوں سے آپ ﷺ کو واسطہ پڑا وہ بھی اس کی شہادت دیتے ہیں۔ آپ ﷺ کے شریک تجارت عبداللہ بن ابی الحمساء آپ ﷺ کے معاملہ کی صفائی، راست گوئی، وعدہ وفائی اور حسن معاملہ کا اعتراف کرتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے بعثت سے پہلے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے خرید و فروخت کا معاملہ کیا تھا۔ میرے ذمہ کچھ دینا باقی تھا۔ میں نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا کہ میں ابھی لے کر آتا ہوں۔ پھر میں گھر جا کر اپنا وعدہ بھول گیا۔ تین روز بعد یاد آیا۔ میں فوراً وعدہ گاہ پر آیا تو آپ ﷺ کو اسی جگہ منتظر پایا۔ آپ ﷺ نے صرف اتنا فرمایا:

((یا فتی لقد شققت لی، انا ھھنا منذ ثلاث انتظرك))[۲۱] ترجمہ: اے نوجوان! تم نے مجھے زحمت دی، میں تین دن سے اسی جگہ تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

سیدنا عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں زمانہء جاہلیت میں آپ ﷺ کا شریک تجارت تھا، جب مدینہ منوّرہ حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے پہچانتے بھی ہو؟ میں نے عرض کیا:

"کیوں نہیں، آپ ﷺ تو میرے شریک تجارت تھے اور کیسے اچھے شریک تھے کہ نہ کسی بات کو ٹالتے تھے اور نہ کسی بات میں جھگڑتے تھے۔"[۲۲]

بعثت کے بعد آپ ﷺ کے شغل تجارت کے واقعات اور اس کے متعلق روایتیں نہیں ملتیں تاہم چند روایات و شواہد ایسے ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ بعثت کے بعد بھی آپ ﷺ نے تجارت کا سلسلہ جاری رکھا اور یہی حقیقت آپ ﷺ کی خودداِر طبیعت، محنت و اکل حلال پر زور دینے اور اس کی اہمیت پر آپ ﷺ کی تعلیمات سے معلوم ہوتی ہے۔

زراعت و باغبانی:

کسب معاش کے ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ زراعت و باغبانی کا پیشہ بھی ہے، جس سے انسان اپنی روزی کماتا چلا آرہا ہے۔ زراعت کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی حضرت انسان کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے

فرامین میں اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے اس خطہ ءِ اراضی پر آباد ہونے کے بعد جو ذریعہ معاش اپنایا وہ زراعت یا کھیتی باڑی ہی تھی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کا حصہ ہے:

((کان آدم حراثا))[۲۳] ترجمہ: سیدنا آدم علیہ السلام کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔

زراعت اور باغبانی ایک بہترین پیشہ ہے۔ بہت سے برگزیدہ انبیائے کرام علیہم السلام کا یہی پیشہ تھا۔ فرمان نبوی ہے:

((ما فی الاعمال شیء احب الی الله من الزراعة)) [۲۴] ترجمہ: اللہ کے ہاں زراعت سے زیادہ کوئی عمل محبوب نہیں۔

علی بن ابو حمزہؒ نے ایک مرتبہ امام موسیٰ بن جعفر الکاظمؒ کو اپنی زمین میں اس حال میں کام کرتے دیکھا کہ پسینے میں شرابور ہیں تو عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں: آدمی کدھر ہیں، آپ خود کیوں کام کر رہے ہیں۔ تو امامؒ نے فرمایا: اے علی! جو ہستی مجھ سے اور میرے باپ سے افضل تھی اس نے اپنے ہاتھ سے کام کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور سیدنا علی بن ابی طالب □ اور میرے تمام آباء واجداد نے اپنے ہاتھوں سے کام کیا ہے اور یہ انبیاء ورسل علیہم السلام، اوصیاء اور اللہ کے نیک بندوں کا طریقہ ہے۔[۲۵]

در اصل رسول اللہ ﷺ کا یہ مبارک عمل جہاں زراعت کی اہمیت بڑھاتا ہے اور اسے دیگر ذرائع معاش مثلاً تجارت، صنعت وغیرہ پر فوقیت دیتا ہے، وہاں اپنے ذاتی عمل سے ان دکھوں کے مارے معاشی طور پر پریشان حال اور معاشرتی طور پر کم تر سمجھے جانے والے محنت کشوں کے عظیم طبقہ یعنی کسانوں کی عظمت کو نمایاں کرتے ہیں جو اپنی شبانہ روز کاوشوں سے بنجر زمینوں کو لہلہاتے کھیتوں میں بدلتے ہیں اور پھر مسلسل محنت کرکے اناج اُگاتے ہیں۔ فقہاء اسلام نے زراعت کے پیشہ کو اس قدر اہمیت دی کہ اسے فرض کفایہ کا درجہ دیا۔ عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں:

((اما الزرع فی ذاته سواء أكان مشاركة أولا فهو فرض كفاية لاحتياج الانسان والحيوان اليه)) [۲۶]

ترجمہ: جہاں تک زراعت کا تعلق ہے خواہ یہ شرکت سے وجود میں آئے یا بغیر شرکت کے اپنی ذات میں فرض کفایہ کا درجہ رکھتی ہے کیونکہ انسان اور حیوان سبھی اس کے محتاج ہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کسانوں کو ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

((اطلبو الرزق فی خبایا الأرض)) [۲۷] ترجمہ: رزق کو زمین کی پہنائیوں میں تلاش کرو۔

یزید بن ہارون کی روایت میں ہے کہ امام جعفر بن محمد الصادقؒ نے فرمایا:

ترجمہ: یہی زراعت کرنے والے ہیں جو اللہ کی زمین میں اس کے خزانے ہیں اور تمام کاموں میں سے زراعت سے بڑھ کر کوئی کام اللہ کو پسند نہیں ہے۔ اور اللہ نے کبھی کوئی نبی نہیں بھیجا مگر زراعت کرنے والا سوائے سیدنا ادریس ☐ کے کہ وہ درزی کا کام کرتے تھے۔[۲۸]

دراصل زراعت کا پیشہ انسانی فطرت کی سادگی کے قریب ترین ہے۔ یہ پیشہ اللہ اور اس کے بندے (کسان) کے تعلق کی استواری کا ایک ذریعہ بھی بنتا ہے۔ کسان کا مٹی میں بیج محض اس اُمید پر پھینک کر بیٹھ جانا کہ اس کا کریم اللہ اپنا کرم کرکے اس بیج کو لہلہاتی کھیتی اور پھر اناج میں تبدیل کرے گا، یہ اللہ تعالیٰ پر بندے کے یقین اور ایمان کا ذریعہ بنتا ہے۔ غذائی اشیاء زندگی کی اہم ترین ضرورت ہیں جن کی فراہمی کی ضمانت زراعت و باغبانی کے شعبے ہی سے وابستہ ہے۔ زمین میں قدرت نے اجناس اور پھلوں کی صورت میں جو نعمتیں پوشیدہ رکھی ہیں ان کا نکالنا زراعت پیشہ اور باغبان حضرات ہی کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسان کی اس اُمید کو نہایت خوبصورت انداز میں اپنا احسان بتایا اور کسان کے کاشت کرنے کو اپنا فعل گردانا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ. أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ. لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ﴾ [۲۹]

ترجمہ: پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟ کیا تم اسے اُگاتے ہو یا ہم ہی اُگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو ضرور اسے ریزہ ریزہ کر دیں۔

باغبانی اور زراعت کا ثواب کتنا دُور رَس ہے اس کا اندازہ رسول کریم ﷺ کے اس فرمان سے ہوتا ہے جسے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے:

"((ما من مسلم يغرس غرسا الا كان ما اكل منه له صدقة وما سرق منه له صدقة وما اكل السبع منه فهو له صدقة وما اكلت الطير فهو له صدقة ولا يرزوه احد الا كان له صدقة))"[۳۰]

ترجمہ: جو مسلمان درخت لگائے پھر اُس میں سے کوئی کھائے تو لگانے والے کے لئے صدقہ ہوگا اور جو اس میں سے چوری ہو جائے وہ بھی صدقہ ہوگا اور جو درندے کھا جائیں اس میں بھی صدقہ ہے اور جو پرندے کھائیں اس میں بھی صدقہ ہے اور نہیں کم کرے گا اُس کو کوئی مگر صدقے کا ثواب ہوگا۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو کوئی کیکر یا بیری کے درخت کو سیراب کرے تو اس نے گویا ایک پیاسے مومن کو سیراب کیا ہے۔''[۳۱]

درخت اُگانے کی تاکید میں آپ ﷺ نے یہاں تک فرمایا:

((ان قامت الساعة و فی ید أحدکم فسیلة- فان استطاع ان لا تقوم حتی یغرسها فلیغرسها))[۳۲]

"اگر قیامت اس حالت میں آ جائے کہ کسی کے ہاتھ میں (درخت کا) کوئی پودا ہو، تو اگر وہ قیامت ہونے سے پہلے اُس پودے کو بو سکے تو اُسے بو دے۔"

- **مدنی عہد نبوّت اور زراعت:**

مدینہ منورہ اور اس کے مضافات کا علاقہ سرسبز اور ہرا بھرا علاقہ تھا جہاں کے مقامی افراد کا پیشہ زراعت و باغبانی تھا۔ رسول کریم ﷺ نے خود مقام "جرف" میں کاشتکاری کی ہے۔ اس عمل کو امام سرخسیؒ نے نقل کیا ہے:

((وأزرع رسول الله ﷺ بالجرف))[۳۳] ترجمہ: اور رسول اللہ ﷺ نے جرف کے مقام پر کاشتکاری فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ نے بدست خود راستہ پر ایک پتھر رکھا تھا تاکہ اس سے پانی کا رُخ اپنی زمین سے موڑ سکیں، مگر اس وقت تک وہ کسی اونٹ یا کسی انسان کی گزرگاہ نہیں تھی۔[۳۴] اسی طرح رسول کریم ﷺ کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا سلمان فارسی □ کی مدد کے لئے مدینہ منورہ کے ایک باغ میں کھجور کے تین سو (۳۰۰) درخت اپنے دستِ مبارک سے لگائے تھے اور آپ ﷺ کی برکت سے ایک سال گزرنے نہ پایا تھا کہ اُن سب پر پھل آ گیا۔[۳۵] رسول اللہ ﷺ گٹھلی زمین میں بوتے جاتے تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ پانی دیتے جاتے تھے اور درخت تیار ہو جاتا تھا۔ چالیس اوقیہ سونا بھی آپ ﷺ نے ایک پتھر کو سونا بنا کر عطا فرمایا۔[۳۶] اسی طرح خیبر کی فتح کے بعد فدک کے زرعی علاقے اور نخلستانوں کے فتح ہونے سے اسلام کو ایک نئی معاشی قوت ملی۔

اونٹوں اور گھوڑوں کی پرورش:

مدینہ منورہ میں اونٹوں اور گھوڑوں کی پرورش و پرداخت اور ان کی خرید و فروخت کے ذریعے منفعت کا حصول بھی ایک مستقل ذریعہ تجارت تھا۔ آپ ﷺ نے مدنی زندگی کی ابتدا ہی سے دو دھاری جانوروں بالخصوص عمدہ اونٹنیوں کو باقاعدہ پالا تھا اور ان کو کئی مقامات پر باڑوں میں رکھا تھا۔ ان کی دیکھ بھال کے لئے باقاعدہ چرواہے بھی رکھے گئے اور ان کے چارہ کی فراہمی کے لئے چراگاہیں مخصوص کی گئیں۔ بلاذریؒ کا بیان ہے کہ زاویہ کی چراگاہ میں آپ ﷺ کی کئی اونٹنیاں تھیں اور آپ ﷺ نے اپنی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے ہر ایک کو الگ الگ اونٹنی عطا کر رکھی تھی۔ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کا نام "العریس" تھا جبکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے مخصوص کی گئی اونٹنی کا نام "السمراء" تھا۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو "البعنوم" نامی اونٹنی عنایت کی گئی تھی۔ دیگر اونٹنیوں میں الحنّا، السعدیۃ، الیسیرۃ، مہرۃ، الریاء، عجوۃ، زمزم، سُقیا، برکۃ، ورسۃ،

اطراف، اطلال اور الشقراء شامل تھیں۔ یہ سب دودھاری تھیں اور ان کا دودھ روزانہ دوھیا جاتا اور ہر رات بڑی مشکوں میں آپ ﷺ کے لئے لایا جاتا تھا۔

مدنی عہد نبوی میں روزی روٹی کی فراہمی کے مستقل ذرائع میں سب سے اہم ذریعہ غالباً دودھاری جانوروں کا پالنا تھا جن کی موجودگی میں دو وقت پیٹ بھرنے اور بھوک کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی سبیل نکلتی تھی۔ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہمارا اور آپ ﷺ کا اکثر کھانا دودھ پر مشتمل ہوتا تھا۔[۳۷]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کی اونٹنیوں کو سیدہ اُم ایمن رضی اللہ عنہا (اُحد میں) چرایا کرتی تھیں اور ہر شام ان کو باڑے میں لاتیں۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے بیٹے ان کو چرایا کرتے تھے۔ بلاذریؒ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کی اونٹنیوں کے علاوہ بھیڑ بکریوں کا ایک ریوڑ بھی تھا جن کے دودھ پر سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے فرزند گرامی سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی پرورش و پرداخت ہوتی تھی۔ ابن ہشامؒ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ خود بکریوں کا دودھ دوہ لیا کرتے تھے۔[۳۸]

اسی طرح عربوں کو گھوڑوں سے بہت زیادہ شغف تھا اور وہ گھوڑوں کو اپنی اولاد پر فضیلت دیتے تھے۔ جس شخص کے پاس گھوڑا نہ ہوتا تو اسے قوم طعنے دیا کرتی تھی۔ عربوں کے معروف شاعر عنترہ نے ایک عرب قبیلے کو اپنے اشعار میں طعنہ دیا کہ تم کیسی قوم ہو جو گھوڑوں کو اہمیت نہیں دیتی۔ عربوں کے شرفاء اور قبیلوں کے سردار گھوڑوں کی خدمت خود کیا کرتے تھے۔ وہ یہ کام خدام اور غلاموں سے نہیں لیتے تھے۔ عربوں کے حکماء کہا کرتے تھے کہ قبیلوں کے سردار اور شرفاء کیلئے تین کام کرنے میں عار نہیں: والد، مہمان اور گھوڑے کی خدمت۔ گھڑ سواری اور دوڑ کے مقابلوں میں شرکت قابل فخر ہوا کرتی تھی۔ اس سلسلے میں وہ اپنے کارناموں کو اشعار میں ڈھالتے اور عکاظ جیسے بڑے میلوں میں ان اشعار کو دہرایا کرتے اور فخر کیا کرتے تھے۔

اسلام نے بھی گھوڑوں کی اہمیت اور افادیت کو تسلیم کرتے ہوئے اسے پالنے کی ترغیب دی۔ گھوڑوں کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کی قسم کھائی ہے:

﴿وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا۔ فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا﴾ [۳۹] ترجمہ: قسم ہے ان (گھوڑوں) کی جو پھنکارے مارتے ہوئے دوڑتے ہیں، پھر (اپنی ٹاپوں سے) چنگاریاں جھاڑتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے بھی گھوڑوں کی تکریم میں فرمایا:

"جس نے جہاد فی سبیل اللہ کیلئے گھوڑا پالا اسے روزہ دار کے مثل اجر ملے گا اور جس نے گھوڑے کو کھلانے، پلانے اور پالنے پر خرچ کیا تو اس کا خرچ صدقہ شمار کیا جائے گا۔"[۴۰]

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: "بھلائی گھوڑوں کی پیشانی پر تاقیامت ثبت رہے گی"[۴۱]

تعمیراتی کام:

کنسٹرکشن اور تعمیراتی اعمال بھی نبوی سنت ہے، جس کا مختصر تذکرہ درج ذیل پیرائے میں کیا جارہا ہے:

- **تعمیر بیت اللہ:**

بعثت نبوی سے قبل جب خانہ کعبہ کی دوسری مرتبہ تعمیر کا مرحلہ آیا اس میں رسول کریم ﷺ نے بھی شرکت فرمائی۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک پینتیس برس تھی۔ قریش نے کام آپس میں تقسیم کر لئے تھے۔ ہر قبیلے کے لئے تعمیر کا ایک حصہ متعین کر دیا گیا تھا۔ قریش کے سردار اور بزرگ پتھر لانے اور لگانے میں شریک رہے۔ رسول کریم ﷺ اور آپ کے چچا عباس بن عبد المطلب نے بھی تعمیر کعبہ میں شرکت کی۔ آپ ﷺ پتھر لاتے تھے۔ عباس بن عبد المطلب نے کہا کہ آپ ﷺ اپنا تہبند اُتار کر اپنی گردن پر رکھ لیں، اس طرح آپ ﷺ کی گردن پتھروں کی وجہ سے زخمی ہونے سے محفوظ رہے گی۔ (آپ ﷺ نے چچا کی بات مان لی) تو غش کھا کر زمین پر گر گئے۔ آپ ﷺ کی آنکھیں آسمان کی طرف گڑ گئیں۔ پھر کچھ دیر بعد آفاقہ ہوا تو فرمایا:

((ازاری ازاری)) ترجمہ: مجھے میری چادر دو۔

پھر آپ ﷺ نے مضبوطی سے اپنی چادر باندھ لی۔[۴۲] آپ ﷺ اپنے چچا کے ساتھ پتھر ڈھو کر لاتے رہے۔ باقوم نامی کاریگر کی خدمات اس تعمیر کے لئے حاصل کی گئیں۔ جب حجر اسود رکھنے کا موقع آیا تو لوگوں میں سخت جھگڑا پیدا ہوا، پانچ دن تک فیصلہ نہیں ہو سکا۔ قریب تھا کی حرم میں ایک خطرناک جنگ شروع ہو جائے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا اے لوگو! اپنے اختلاف کو دور کرنے کے لئے اس شخص کو منصف تسلیم کر لو جو سب سے پہلے مسجد کے دروازے سے اندر داخل ہو۔ سب اس پر راضی ہو گئے۔ پھر رسول کریم ﷺ داخل ہوئے۔ سب نے انہیں دیکھ کر کہا کہ ہم اس امین پر راضی ہیں۔ جب قریش نے آپ ﷺ کو ساری بات بتائی تو آپ ﷺ نے ایک کپڑا منگوایا اور اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اس پر رکھ دیا اور فرمایا:

((لتاخذ كل قبيلة بناحية من الثوب، ثم ارفعوا جميعا)) ترجمہ: اب ہر قبیلہ اس کپڑے کو ایک جانب سے پکڑ کر اوپر اٹھائے۔

سب اسے اُوپر اٹھا کر اس مقام پر لے آئے جہاں اسے نصب کیا جانا تھا تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے اسے وہاں نصب فرما دیا، پھر اس پر بقیہ تعمیر کی گئی۔[۴۳]

- **مسجد قباء کی تعمیر:**

قباء میں رونق افروز ہونے کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے جو کام کیا وہ یہ کہ ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔ جب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (مکہ والوں کی امانتیں لوٹا کر) نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے اُس وقت آپ ﷺ، سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ کے مکان میں مقیم تھے۔ پھر آپ ﷺ بنی عوف کے پاس

تشریف لے گئے۔ وہ دن جمعہ کا تھا۔ آفتاب طلوع ہو رہا تھا۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کے لئے ایک مسجد کی تعمیر کے لئے خطوط و نشانات قائم کئے اور قبلہ کی تعیین فرمائی۔ [۴۴]

سب سے پہلے خود آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ایک پتھر لا کر قبلہ رخ رکھا۔ آپ ﷺ کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی بن ابی طالب □ نے ایک ایک پتھر رکھا۔ اس کے بعد دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پتھر لا کر رکھنے شروع کئے اور تعمیر کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ ﷺ بھی بھاری پتھر اُٹھا کر لاتے اور بسا اوقات پتھر کو تھامنے کی غرض سے شکم مبارک سے لگا لیتے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم عرض کرتے یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ رہنے دیں ہم اُٹھا لیں گے تو آپ ﷺ قبول نہ فرماتے۔ سیدہ شموس بنت نعمان رضی اللہ عنہ مسجد قبا کی تعمیر کا چشم دید حال ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی زیارت کی۔ جب حضور ﷺ قبا تشریف لائے، یہاں اقامت فرمائی اور مسجد تعمیر کی۔ وہ فرماتی ہیں:

((فرایته یاخذ الحجراو الصخرۃ حتی یھصرہ الحجر وانظر الیٰ بیاض التراب علیٰ بطنه فیاتی الرجل من اصحابه ویقول یا رسول اللہ! بابی انت و امی اعطنی اکفیک فیقول لا، خذ مثله حتیٰ اسّسه)) [۴۵]

ترجمہ: (جب مسجد قبا تعمیر ہو رہی تھی) تو میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ پتھر خود اٹھاتے تھے اور اس پتھر سے گرنے والی مٹی حضور کے چمکتے ہوئے شکم مبارک پر پڑتی تھی۔ حضور ﷺ کی خدمت میں کوئی صحابی حاضر ہوتا اور عرض کرتا یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ پتھر مجھے عطا فرمایئے کہ میں آپ کی طرف سے اٹھا کر لے جاؤں۔ تو حضور ﷺ فرماتے: اسے رہنے دو تم اس جیسا کوئی اور پتھر اٹھا کر لے جاؤ۔ یہاں تک کہ وہ مسجد پایہ تکمیل تک پہنچی۔

یہ پہلی مسجد تھی جسے ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے تعمیر فرمایا اور اس میں بھاری بھر کم پتھر اٹھا کر لائے اور اس کی تعمیر میں شریک ہوئے۔ یہی وہ مسجد ہے جس کی شان میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

﴿لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ﴾ [۴۶]

ترجمہ: البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں، اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔

- **مسجد نبوی کی تعمیر:**

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں پہلا کام مسجد نبوی کی تعمیر کا کیا تاکہ اسلامی شعائر، جو اب تک مخالفت کا شکار تھے، اُجاگر ہوں۔ نماز کی ادائیگی کا اہتمام ہو تاکہ رب سے تعلق مضبوط ہو اور دل دُنیاوی آلائشوں سے پاک ہو جائیں۔امام بخاریؒ یہ روایت لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر سوارمدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ سواری مسجد نبوی کے مقام پر جا بیٹھی۔ یہ جگہ سہل اور سہیل دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی جو سیدنا اسعد بن زرارہ □ کی زیر کفالت تھے۔ ان دنوں وہاں مسلمانوں کے چند آدمی نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ احاطہ کھجوریں سکھانے کے کام بھی آتا تھا۔ سواری بیٹھ گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((ھذا ان شاء اللہ المنزل)) ترجمہ: ان شاء اللہ! یہی منزل ہے۔

پھر آپ ﷺ نے دونوں یتیم بچوں کو طلب فرمایا اور ان سے اس احاطے کی قیمت طے کرنا چاہی تاکہ وہاں مسجد کا قیام عمل میں لایا جائے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنو نجار! میرے ساتھ اس زمین کا سودا کرو۔ انہوں نے عرض کیا: اللہ کی قسم! ہم اس کی قیمت کا مطالبہ اللہ تعالیٰ سے کریں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا:

((بل نھبه لك یا رسول اللہ ﷺ)) ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ! ہم اس قطعہ ءِ زمین کو آپ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کرتے ہیں۔

مگر آپ ﷺ نے اسے وقف کے طور پر لینے سے انکار کر دیا اور ان سے یہ جگہ خرید کر ہی لی۔ اس کی قیمت سونے کے دس دینار طے ہوئی اور یہ دس سنہری دینار سیدنا ابوبکر صدیق □ نے ادا کئے۔[۴۷]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہاں کھجور کے درخت اور مشرکین کی چند پرانی قبریں تھیں اور کچھ جگہ ویران تھی۔ آپ ﷺ نے کھجور کے درخت کاٹنے، قبریں اکھاڑنے اور ویران جگہ کو ہموار کرنے کا حکم دیا۔ درخت کاٹ کر قبلہ رخ قطار میں نصب کر دیئے گئے اور چوکھٹ کے دونوں بازو پتھر کے بنائے گئے۔ جب اس میدان کو ہموار کرنے کا کام پایہ تکمیل کو پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((ابنوا لی عریشا کعریش موسیٰ علیه السلام)) ترجمہ: میرے لئے موسیٰ علیہ السلام کے چھپّر کی طرح ایک چھپّر تعمیر کر دو۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے حسنؒ سے پوچھا: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا چھپّر کیسا تھا؟ انہوں نے کہا: سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب اپنا ہاتھ بلند کرتے تو وہ اس چھپّر کو چھو جاتا۔[۴۸] اس دوران رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ رجز پڑھ رہے تھے:

((اللھم لا خیر الا خیر الآخرہ --- فانصر الانصار والمھاجرة))[۴۹] ترجمہ: اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔ تو انصار اور مہاجرین کی مدد فرما۔

آپ ﷺ نے اس تعمیر کی ابتدا اپنے دست مبارک سے فرمائی۔ آپ ﷺ نے کدال پکڑی اور بنیاد کھودنے کے لئے پہلی ضرب لگائی جس کے بعد تمام صحابہ کرام سرگرمی سے مصروف عمل ہو گئے۔ تین ہاتھ گہری بنیاد کھودی گئی اور اسے پتھروں سے بھرا گیا۔ صحابہ کرام کو حکم دیا کہ مدینہ کے ٹیلوں سے پتھر لائیں۔ آپ ﷺ خود بھی ان کے ساتھ شریک ہوئے۔ سیدنا اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ ﷺ ایک بھاری پتھر اٹھائے ہوئے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے دے دیجئے کہ میں لے چلوں۔ فرمایا: دوسرا پتھر اُٹھا لاؤ۔ غرض بنیادیں زمین کے برابر بھری گئیں اور ان پر گارے اور کچی اینٹوں سے دیواریں تیار کی گئیں جو درمیانے آدمی کے قد سے ذرا بلند تھیں۔ مسجد کے شمالی گوشے میں کھجور کے تنوں پر ایک چھپّر کھڑا کیا گیا جس پر کھجور کی ٹہنیاں ڈالی گئیں اور فرش پر کنکریاں بچھا دی گئیں۔ اس چھپّر کو "صُفّہ" کہا جاتا تھا۔ باقی ساری مسجد بغیر چھت کے کھلی چھوڑ دی گئی۔ مسجد کی تعمیر بارہ دن جاری رہی۔[۵۰]

- **ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجروں کی تعمیر:**

جب رسول کریم ﷺ مسجد کی تعمیر سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ کے اہل بیت اور تمام مہاجرین □ کے لئے مسجد کے گرد مکانات بنائے گئے جن کے دروازے مسجد کی طرف کھولے گئے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے مسجد کے گردا گرد چند حجرے اسی انداز میں تعمیر کئے گئے جو مسجد میں اختیار کیا گیا تھا تاکہ وہ ان میں رہائش پذیر ہوں۔ یہ گھر قیصر و کسریٰ اور بادشاہوں کے محلات جیسے نہیں تھے، یہ تو اس ہستی کی رہائش گاہیں تھیں جو دُنیا اور اس کی زیب و زینت سے کنارہ کش اور آخرت کی طلبگار تھی۔ یہ گھر بھی مسجد کی طرح کچی اینٹ، گارے اور پتھروں سے تیار کئے گئے تھے۔ یہ چھ سات ہاتھ چوڑے اور دس ہاتھ لمبے تھے۔ ان کی چھتیں، کھجور کے تنے اور ٹہنیوں کی تھیں اور ان کے نیچے صنوبر کے تنے بطور شہتیر رکھے گئے تھے۔ دروازوں کے کنڈے نہیں تھے اور ان پر کمبل کے پردے تھے۔ چھوٹی عمارت اور مختصر صحن پر مشتمل یہ حجرے اتنے اونچے تھے کہ لمبا لڑکا بآسانی چھتوں کو چھو سکتا تھا۔ حسن بصریؒ جو اُم المومنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی خیرہ کے بطن سے تھے، بتاتے ہیں کہ میں ان کمروں کی چھت چھو لیتا تھا۔[۵۱]

مدینہ منورہ ان دنوں بلند و بالا قلعہ نما عمارتوں پر مشتمل تھا جنہیں اشرافیہ نے امن کے دنوں میں فخر کے طور پر اور جنگ کے ایّام میں حفاظت کی غرض سے تعمیر کیا تھا۔ انہوں نے ان قلعوں کے مختلف نام بھی رکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی کے قلعے کا نام "مزاحم" اور سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قلعے کا نام "فارع" تھا۔ مگر رسول کریم ﷺ کے گھر سادگی اور عجز کا خوبصورت نمونہ تھے۔ آپ ﷺ چاہتے تو بلند و بالا محلات تعمیر کروا سکتے تھے۔ آپ ﷺ کے ایک اشارہ ءِ ابرو پر انصار ان کی تعمیر میں جُت جاتے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ آپ ﷺ ریاست کے خزانے (مال فے وغیرہ) کی مدد سے یہ محلات کھڑے کر لیتے لیکن آپ ﷺ نے ایسا

نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے اُمت کے لئے ترکِ دُنیا اور سادگی کی نہایت عظیم مثال قائم کی اور یہ سبق دیا کہ انسان اپنی ساری توانائیاں موت کے بعد پیش آنے والے حالات کو بہتر بنانے میں صرف کرے۔[۵۲]

زُرارہ کا بیان ہے کہ میں امام جعفر بن محمد الصادقؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا نہیں جانتا اور نہ ہی مجھے تجارت کرنے کا کوئی طریقہ آتا ہے، اس لئے میں محتاج ہوں۔ امامؒ نے اس سے فرمایا:

"کوئی کام کر اگرچہ سر پر ٹوکری اُٹھانی پڑے اور لوگوں سے بے نیاز ہو جا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کاندھے پر پتھر اٹھا کر اپنی دیوار میں لگایا تھا جو آج تک موجود ہے گو یہ معلوم نہیں ہے کہ اس کا عُمق کس قدر ہے، مگر موجود ہے۔"[۵۳]

سیدنا طلق بن علی یمامی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی کی تعمیر میں حصہ لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((قربوا اليمامى من الطين، فانه احسنكم له مسيسا)) [۵۴] ترجمہ: یمامی کو گارے کے قریب کرو۔ یہ تم لوگوں سے اچھا گارا بناتا ہے۔

علامہ شامیؒ نے یہ روایت بیان کی ہے:

"حسنہ بن خالد اور سواء بن خالد جب ایک مرتبہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ اس وقت گھر کی دیوار کی مرمت میں مصروف تھے۔"[۵۵]

جنگی محنت و مشقت اور نبوی طرزِ عمل:

رسول کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ کا ایک بہت بڑا حصہ غزوات اور مغازی پر مشتمل ہے، جس پر باقاعدہ مستقل کتب لکھی گئی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں۔ مگر آپ کی جنگیں اور غزوات تاریخ انسانی میں غیر معمولی طور پر ممتاز ہیں۔ اکثر دگنی، تگنی اور بعض اوقات دس گنا بڑی قوت کے مقابلہ میں آپ ﷺ ہی کو قریب قریب ہمیشہ فتح حاصل ہوئی۔ صحابہ کرام □ کے نہ چاہتے ہوئے بھی آپ ﷺ نے اُن کی دلجوئی اور اُمت کی تعلیم کے لیے غزوات کی سخت ترین محنت و مشقت میں برابر کا حصہ لیا۔ نمونہ کے طور پر غزوہ خندق کے احوال درج کئے جاتے ہیں:

ابو سفیان کم و بیش دس ہزار آدمیوں کی بھاری جمعیت اور وسائل کی فراوانی کے ساتھ شوال ۵ ہجری میں مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب رسول کریم ﷺ کو دشمنوں کی نقل و حرکت کا علم ہوا تو حسبِ معمول آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا، سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! ہم اہلِ فارس کا دستور یہ ہے کہ ایسے موقع پر خندق کھود کر دشمن سے خود کو محفوظ کر لیتے ہیں اور اس کو مجبور بنا دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس مشورہ کو قبول فرما کر خندق کھودنے کا حکم دے دیا، مدینہ میں تین جانب سے مکانات اور نخلستان

کا سلسلہ تھا جو شہر پناہ کا کام دیتا تھا۔ صرف شامی رُخ کھلا ہوا تھا، اس طرف آپ ﷺ نے خود حدود قائم کیے، داغ بیل ڈال کر دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم کی گئی، خندق کی کل لمبائی تقریباً ساڑھے تین میل تھی، چوڑائی اتنی تھی کہ ایک تیز رفتار گھوڑا عبور نہ کرسکے اور گہرائی ایک اندازہ کے مطابق پانچ گز تھی۔ اس وقت مسلمان فوج کی تعداد کل تین ہزار تھی اور کل چھتیس گھوڑے تھے، معاملہ بہت سنگین تھا۔

اس بات کا بھی اعتراف کرنا چاہیئے کہ اس زمانے میں نہایت ہی ابتدائی وسائل کے ساتھ خندق کھودنا بہت ہی طاقت فرسا کام تھا خصوصاً جب کہ مسلمان خوراک اور دوسرے وسائل کے لحاظ سے بھی سخت تنگی میں تھے۔ تنگ دستی کے ساتھ ساتھ خندق کی کھدائی کے دوران بڑی بڑی مشکلات پیش آئیں۔ مثلاً موسم انتہائی سرد تھا۔ بہت تیز ہوا چلتی تھی۔ سنگلاخ زمین تھی، کھانے پینے کے سامان مہیا نہیں تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انتہائی صبر اور استقامت کا ثبوت دیا۔ متوقع دشمن کی آمد کا ہر لحظہ خوف اور کھدائی کا تکلیف دہ مرحلہ جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہاتھوں سے مٹی کھودتے اور پشت پر ڈھوتے تھے۔ حالات و واقعات بلاشبہ انتہائی محتاط، سنجیدگی اور محنت کے متقاضی تھے۔

ایسے میں رسول کریم ﷺ بھی مومنین کے ساتھ مل کر کدال ہاتھ میں لئے خندق کھودتے رہے اور بیلچے کے ساتھ پتھر اکٹھے کرکے باہر ڈالتے رہے۔آپ ﷺ یہ بات بھی ہرگز نہ بھول پائے کہ یہ محنت کش بھی آخر دوسروں کی طرح انسان ہی ہیں۔ انہیں بھی کام کی مشقت کے بعد سکون کی ضرورت ہے۔ انہیں انتہائی کوفت کے حالات میں ایسی خوش کن باتوں کی ضرورت ہے جو ان کے دُکھ درد کو کچھ وقت کے لئے بہلوادیں، لہٰذا آپ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے حوصلے بڑھانے اور ٹھنڈے دل سے سوچنے کے لئے ان سے مزاح بھی کرتے اور ان کے قلب و روح کو گرمانے کے لئے حربی اور جوش و جذبہ دلانے والے اشعار پڑھ کر انہیں ترغیب بھی دلاتے۔ روایات میں ہے کہ آپ ﷺ مٹی اٹھاتے وقت سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے رجزیہ اشعار دہراتے اور آخری شعر پکار کر ذرا لمبا کرکے پڑھتے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی خندق کے دن یوں کہتے:

نحن الذين بايعوا محمدا

على الاسلام ما بقينا أبدا

ترجمہ: ہم تو پیغمبر محمد ﷺ کی بیعت کرچکے کہ جب تک جان میں جان ہے اسلام پر ثابت قدم رہیں گے۔

اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ یہ فرماتے:

اللهم لا عيش الا عيش الآخره

فاغفر للانصار والمهاجره[۵۶]

ترجمہ: اے اللہ! زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، بخش دے انصار اور مہاجرین کو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن مشکل حالات سے گزر رہے تھے ایسا انبساط اور اچھا سلوک ان کے لئے بڑی حد تک غم غلط کرنے کا باعث بن رہا تھا۔ ہمت افزائی کے سلسلے میں بھی یہ طرز عمل بڑا معاون ثابت ہو رہا تھا۔

صحابہ کرام کے نہ چاہتے ہوئے بھی آپ ﷺ نے اُن کی دلجوئی اور اُمت کی تعلیم کے لیے اس سخت ترین محنت میں برابر کا حصہ لیا۔ بھوک سے آپ ﷺ کے شکم مبارک پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ اتفاق سے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں پتھر کی بڑی چٹان نکل آئی جس کا توڑنا عام لوگوں کے بس کی بات نہ تھی، آپ ﷺ کو اس کا علم ہوا تو کدال اپنے دست مبارک میں لے کر یکے بعد دیگرے تین ضرب لگائی، تیسری مرتبہ یہ چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پتھر پر کدال مارنے سے جو روشنی نکلی اس میں یمن اور کسریٰ کے شہروں کے محلات دکھلائے گئے اور سیدنا جبرئیل علیہ السلام نے ان شہروں کے فتح ہونے کی بشارت دی ہے، اس طرح چند روز میں خندق تیار ہو گئی۔ جب ابوسفیان کو خندق کا علم ہوا تو بے اختیار بول اٹھا۔

((والله ان هذه لمكيدة ما كانت العرب تكيدها)) [۵۷] ترجمہ: اللہ کی قسم! یہ ایک زبردست تدبیر ہے جسے عرب نہ جانتے تھے۔

امورِ خانہ داری اور نبوی طرز عمل:

دینی، علمی، روحانی، معاشرتی، خاندانی، حکومتی اور سیاسی اعتبار سے رسول کریم ﷺ بلندی کی جن چوٹیوں پر فائز تھے وہ اہل نظر سے مخفی نہیں، اس کے باوجود آپ ﷺ اپنے گھریلو اور ذاتی کام کاج میں کبھی کسی قسم کی عار محسوس نہیں فرماتے تھے۔ اور نہ ہی آپ ﷺ محض توکل الٰہی، عطائے احباء واصدقاء اور فتوحات پر تکیہ کئے بیٹھے تھے بلکہ اپنے خاص وسائل و ذرائع سے اپنے اہل و عیال کے لئے سامان زیست فراہم کرتے تھے۔ گھریلو کام کاج میں اپنی ہتک و توہین اور عار سمجھنا دراصل ایک قسم کا تکبر، غرور اور باطن کا فتور ہے۔ پھر اس رویے میں جو اخلاقی، معاشرتی اور معاشی نقصانات ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔ بنابریں تعلیم اُمت کے لئے آپ ﷺ اپنے گھریلو کام محنت و لگن سے خود سرانجام دیتے ورنہ خدام کی کوئی کمی نہ تھی۔ قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں:

"آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹاتے، اپنے کپڑے خود صاف کرتے اور جھاڑ لیتے، اپنی بکریوں کو دوھ لیتے، اپنے کپڑے کو اپنے دست مبارک سے پیوند لگا لیتے، اپنے نعلین پاک گانٹھ لیتے، اپنا کام خود کرتے، گھر میں صفائی کر لیتے، اُونٹ کو خود باندھ لیتے اور خود چارہ ڈالتے، اپنے خادم کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے اور ازواج سے مل کر آٹا گندھواتے اور بازار سے اپنا سودا سلف خود اٹھالاتے"[۵۸]

ایک روایت میں ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا:

"رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں کیا کام کیا کرتے تھے؟ سیدہ نے جواب دیا۔ آپ ﷺ ایک انسان تھے۔ گھر میں آپ ﷺ وہی کچھ کرتے تھے جو عام انسان کرتے ہیں۔ پھر درج بالا کاموں میں سے چند کاموں کے نام گنوائے۔"(۵۹)

اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے کچھ دست کاری کی اور صحابہ کرام □ کو بھی اختیار دیا۔ لیکن وہ اس سے الگ رہے۔ جب آپ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے خطبہ دیا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: لوگوں کا کیا حال ہے کہ ایسے کام سے الگ رہتے ہیں جس کو میں خود کرتا ہوں اور اللہ کی قسم! میں اللہ کی معرفت اور تقویٰ تم سے زیادہ رکھتا ہوں۔(۶۰)

آپ ﷺ کا یہ ارشاد محنت کشوں کے لئے کیسی عظیم بشارت ہے:

((ما اکل احد طعاما قط خیرا من ان یاکل من عمل یدہ، وان نبی اللہ داؤد علیه السلام کان یاکل من عمل یدہ))(۶۱)

ترجمہ: کسی شخص نے کبھی اُس کھانے سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھایا جو وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتا ہو، اور اللہ کے نبی سیدنا داوٗد علیہ السلام (باوجود بادشاہ ہونے کے) اپنے ہاتھ کی کمائی سے ہی کھایا کرتے تھے۔

اور اسی حدیث مبارکہ کی ایک اور روایت میں یہ بشارت بھی ہے:

((من بات کالا من عمله بات مغفورا له)) (۶۲) ترجمہ: جس شخص نے اس حالت میں رات کی کہ وہ اپنے کام سے تھک کر چور ہو گیا ہو، تو اس کے سارے (صغیرہ) گناہ معاف ہو گئے۔

الغرض آپ ﷺ نے معیشت کے ہر پہلو کو عملی مثالوں سے واضح فرما دیا اور بذات خود محنت کشی کو شعار بنایا۔ یہ محنت صرف مثال مہیا کرنے کے لئے وقتی عمل نہ تھا بلکہ آپ ﷺ کی پوری زندگی ایک محنت کش کی زندگی ہے۔ سیرت مطہرہ کا مطالعہ ایسی بیسیوں مثالیں مہیا کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے کس کس طریق سے حصول رزق کے لئے، معاشرتی فلاح اور قومی سربلندی کے لئے محنت فرمائی ہے۔ نیز آپ ﷺ نے اپنے اعمال سے یہ ترغیب دی کہ معاش کمانے کے لئے بظاہر کوئی حقیر پیشہ اختیار کرنا پڑے تو ہچکچانا نہیں چاہیئے۔

نتائج بحث:

محنت کے اساسی ارکان میں سے ایک اہم رکن محنت کش ہے جس کی جد و جہد، جفا کشی اور سعی کا ثمر قوم کی بہتری اور مجموعی مفاد کے لئے ہوتا ہے۔ انبیائے کرام رضی اللہ عنہم دین کی ترویج و اشاعت اور عوام الناس کی خدمت کرتے ہوئے لوگوں پر بوجھ بننے کی بجائے سیلف میڈ ہوا کرتے تھے۔ ہمارے پیارے رسول ﷺ ساری

انسانیت کے لئے اُسوۂ حسنہ ہیں۔آپ ﷺ صبح و شام سستی و کاہلی سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے۔ نیز زندگی کے ہر میدان میں آپ ﷺ نے محنت کشی کو اپنا شعار بنایا۔دیگر طبقات کی طرح آپ ﷺ نے اُن محنت کشوں کے لئے بھی ترغیب اور رہنمائی مہیا فرمائی جو جسمانی مشقت اور ہاتھوں کی محنت سے اپنی معاش حاصل کرتے ہیں۔قرآن کریم اور سیرت رسول ﷺ میں ہمیں محنت کشی اور نیک کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کا حکم دیا گیا ہے اور ایسے ہی مومنین کی تعریف کی گئ ہے۔ محنت سے بھاگنے والا انسان کسی کام میں سبقت نہیں لے جاسکتا، سبقت لے جانے کیلئے سستی وکاہلی کی چادر اتارنی پڑے گی۔

سفارشات:

- محنت سے کنارہ کشی اور سستی و کاہلی کی وبا جب پھیلتی ہے تو ہر طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔اہل ایمان کو ہر وقت چوکنا رہنا چاہیئے کہ کہیں محنت سے اجتناب اور کاہلی و تن آسانی اس کے اندر سرایت نہ کر جائے اور غیر شعوری طور پر اس کے اعصاب پر سوار ہو کر انہیں شل کر دے۔
- عزم و ہمت اور اخلاص و تقویٰ سے آراستگی نیز سیرت رسول ﷺ پر عمل کرتے ہوئے دین و دنیا کے جملہ امور میں محنت کا راستہ اپنائیں اور ہر میدان میں سبقت لے جانے والے بنیں، نیز گزشتہ زندگی میں جو کمی کوتاہی ہوئی ہے، اس کی تلافی کی کوشش کریں۔
- رسول اللہ ﷺ کا اُسوۂ محنت کشی آنکھوں کے سامنے ہو اور صبح و شام یہ مسنون دُعا وردِ زباں رہے: اے اللہ! میں سستی وکاہلی، زیادہ بڑھاپے اور گناہ میں مبتلا ہونے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International Licence.

حواشی وحوالہ جات:

۱۔ الیحیٰ، یحیٰ (ڈاکٹر)، مدخل لفھم السیرۃ، ص:۱۳۷ Madkhal Li Fahmi al-Sirah, p.: 137,Yahya Dr

۲۔ سورۃ یونس:۷۸/۱۰ Surah Yunus: 10/78

۳۔ سورۃ ھود:۲۹/۱۱ Surah Hood: 11/29

۴۔ سورۃ الشعراء:۱۰۹/۲۶ Surah al-Shu`ara': 26/ 109.

۵۔ محمد باقر بن محمد تقی المجلسیؒ، حیات القلوب،(ترجمہ: بشارت حسین کامل مرزا پوری)، مجلس علمی اسلامی، پاکستان، سن ندارد، ص:۱۴۷/۲

Muhammad Baqir bin Muhammad Taqi al-Majlisi, Hayat al-Quloub, (Tarjumah: Basharat Hussain Kamil Mirza Puri), Islamic Scientific Council, Pakistan, p.: 2/147

۶۔ ابن سعدؒ البصری، ابو عبداللہ محمد (م ۲۳۰ھ)، الطبقات الکبریٰ، دار صادر، بیروت، ۱۳۸۸ھ، ص: ۱/۸۰، انساب الاشراف، ص: ۱/۵۲۱
Ibn Sa'ad al-Basri, Abu Abdullah Muhammad (230 AH), al-Tabaqat al-Kubra, Dar Sader, Beirut, 1388 AH, p: 1/80, Ansab al-Ashraf, p: 1/521

۷۔ صحیح البخاری، حدیث: ۲۲۶۲ Sahih ul-Bukhari, Hadith: 2262.

۸۔ ابن اسحاقؒ، امام ابو عبید اللہ محمد بن یسار (م ۱۵۱ھ)، السیرۃ النبویۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۴ھ، ص: ۱/۳۰۴
Ibn Ishaq, Imam Abu Obaidullah Muhammad Ibn Yasar (151 AH), al-Sirah al-Nabawiyah, Dar al-Kutub al-'Ilmiyya, Beirut, 1424 AH, p: 1/304

۹۔ سورۃ النحل: ۱۶/۶ Surah al-Nahl: 6/6

۱۰۔ طبقات الکبریٰ، ص: ۱/۱۵۳۔ علامہ شبلی نعمانیؒ و سید سلیمان ندویؒ، سیرت النبی ﷺ، ص: ۱/۱۸۵۔۱۸۶
Tabaqat al-Kubra, (1/153). Allama Shibli Numani and Seyd Suliman Nadawi, Siratunnabi, 1/185-186

۱۱۔ پروفیسر یسین مظہر صدیقی، معاش نبوی، کتب خانہ سیرت، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۵ء، ص: ۱۴۵
Professor Yasin Mazhar Siddiqi, Ma'ash Nabawi, Kutub khanah Sirat, Karachi, IV:1, 2015, p.:145

۱۲۔ بحار الانوار، ص: ۵/۲۳ Bihar Al-Anwar, p. 23/5.

۱۳۔ جامع الترمذی، حدیث: ۱۲۰۹ Jami' al-Tirmidhi, Hadith: 1209.

۱۴۔ جامع الترمذی، حدیث: ۱۲۱۰ Jami' al-Tirmidhi, Hadith: 1210.

۱۵۔ مسند احمد، حدیث: ۱۷۲۶۵ Musnad Ahmad, Hadith: 17265

۱۶۔ انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، ص: ۱/۲۲۰۔ رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، ص: ۴
Insan Al-Ayun Fi Sirati Al-Amin Al-Mamun, (1/220) – Rasullah ki Siyasi Zindgi, p.: 4

۱۷۔ الحاکم النیسابوریؒ، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ، المستدرک، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرمۃ، ۲۰۰۰ء، حدیث: ۴۸۳۴
Al-Hakim Al-Nisaburi, Abu Abdullah Muhammad bin Abdullah, Al-Mustadrak, Maktabah Nizar Mustafa Al-Baz, Makkah al-Mukarram, 2000, Hadith: 4834

۱۸۔ مسند احمد، حدیث: ۱۵۵۵۹ Musnad Ahmad, Hadith: 15559

۱۹۔ محمد عبدالحی بن عبدالکبیر الادریسی الکتانیؒ، نظام الحکومۃ النبویۃ المسمی التراتیب الاداریۃ، دار الکتاب العلمیۃ، بیروت، ص: ۱/۲۰
Muhammad Abdul Hayy ibn Abdul-Kabir al-Idrisi al-Katani ؒ, Nizam ul Hukumah al-Nabawiyah al-Musama al-Tarateeb al-Idariah, Dar al-Kitab al-Ilmiyya, Beirut, p. 1/20

۲۰۔ ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (مترجم: قیس بن سائب) دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۵ء، ص: ۳/۹۸
Ibn Hajar al-Asqalani, Ahmad bin Ali, Al-Isabah Fi Tamyeez al-Sahabah (Translator: Qais bin Saeb) Dar Al-Kutub Al-Ilmiyya, Beirut, 1995, p: 3/98

۲۱۔ سنن ابی داؤد، حدیث: ۴۹۹۶ Sunan Abi Dawood, Hadith: 4996

۲۲۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ص: ۳/۵۹ Al-Isabah Fi Tamyeez al-Sahabah, p.: 3/59.

۲۳۔ فتح الباری، ج ۴، کتاب البیوع
Fath al-Bari, V:4 Kitabul Buyu’e.

۲۴۔ الجواہر السنیۃ فی الاحادیث القدسیۃ، ص: ۲۴۷
Al-Jawahir al-Sunniah fi al-Ahadith al-Qudsiah, p: 247

۲۵۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، ص: ۱۲/۵۴-۵۵
Wasail al-Shi’ea Ila Tahseel Masail al-Sharia, p.: 12/54-55

۲۶۔ عبدالرحمٰن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، دار احیاالتراث العربی، بیروت، ص: ۱۲/۲
Abd al-Rahman al-Jaziri, Kirab ul Fiqh Ala al-Mazahib al-Arba’e, Dar al-Turath al-Arabi, Beirut, p.: 12/2

۲۷۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ص: ۴/۱۶۶
Majma’e al-Zwayed wa Manba’e al-Fwayed, 4/166.

۲۸۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، ص: ۱۲/۵۶
Wasail al-Shi’ea Ila Tahseel Masail al-Sharia, p.: 12/56.

۲۹۔ سورۃالواقعہ: ۵۶/۶۳-۶۵
Surah Al-Waqi'ah: 56/63-65.

۳۰۔ صحیح مسلم، حدیث: ۱۵۵۲
Sahih Muslim, Hadith: 1552

۳۱۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، ص: ۱۲/۵۶
Wasail al-Shi’ea Ila Tahseel Masail al-Sharia, p.: 12/56.

۳۲۔ المقدسیؒ، امام ابو عبداللہ ضیاء الدین محمد الحنبلی، الاحادیث المختارۃ، مکتبہ النہضہ، مکۃالمکرمۃ، حدیث: ۲۷۱۱
Al-Maqdisi, Imam Abu Abdullah Zia Al-Din Muhammad Al-Hanbali, al-Ahadith Al-Mukhtarah Maktabah Al-Nahda Makkah tul-Mukarram, Hadith: 2711

۳۳۔ المبسوط، السرخسیؒ (م ۴۸۳ھ)، امام ابو بکر محمد بن احمد الحنفی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ص: ۱۰/۹۲
Al-Mabsout, Al-Sarkhasi (483Ah), Imam Abu Bakr Muhammad bin Ahmad Al-Hanafi, Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah, Beirut, p.: 10/92

۳۴۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، ص: ۱۲/۵۴
Wasail al-Shi’ea Ila Tahseel Masail al-Sharia, p.: 12/54.

۳۵۔ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، سیرۃالمصطفیٰ ﷺ، مکتبہ عثمانیہ، لاہور، ص: ۲/۴۲۴
Maulana Muhammad Idris Kandhlavi, Sirah tul Mustafa, Maktabah Osmaniyah, Lahore, p.: 2/424

۳۶۔ بحارالانوار، ص: ۲۲/۳۶۷.
Bihar Al-Anwar, p. 22/367.

۳۷۔ سنن نسائی، کتاب الاشربہ، باب ذکر الاشربۃالمباحۃ وانساب الاشراف، ص: ۱/۵۱۳
Sunan An-Nasa’i, Kitab al-Ashribah, Bab Zikr al-Ashribah al-Mabah wa Ansab al-Ashraf, p.: 1/513

۳۸۔ انساب الاشراف، ص: ۱/۵۰، ص: ۴/۵۱۲۔ الواقدیؒ، ابو عبداللہ محمد بن عمر بن واقد، کتاب المغازی، (تحقیق: مارسدن جونس)، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۴ء، ص: ۷۰
Ansab Al-Ashraf, p.1/50, 4/512. Al-Waqidi, Abu Abdullah Muhammad bin Omar bin Waqid, Kitab Al-Maghadhi, (Tahqiq: Marsden Jones), Dar Al-Kutub Al-Ilmiyya, Beirut, 1984, p.: 70

۳۹۔ سورۃالعادیات: ۱۰۰/۱-۲
Surah Al-Adiyat: 100/1.2.

۴۰۔ کتاب المومن، ص: ۴۴
Kitabul Mu’men, p: 44

۴۱۔ صحیح مسلم، حدیث: ۴۹۵۵
Sahih Muslim, Hadith: 4955

۴۲۔ صحیح البخاری، حدیث: ۱۵۸۲
Sahih Al-Bukhari, Hadith: 1582

۴۳۔ بن ھمام صنعانیؒ، امام ابو بکر عبدالرزاق، مصنف عبدالرزاق، (تحقیق: حبیب الرحمٰن اعظمی)، ایڈیشن: ا، ص: ۱۰۰/۵
Bin Hammam Sun'ani, Imam Abu Bakr Abd al-Razzaq, Musannaf Abd al-Razzaq, (Tahqiq: Habib al-Rahman Azami), Vl: 1, pg: 5/100

۴۴۔ حیات القلوب، ص: ۵۱۷/۲
Hayatul Qulub, (2/517).

۴۵۔ ضیاء النبی ﷺ، ص: ۱۰۷/۳-۱۰۸
Zia ul-Nabi, (3/107-108).

۴۶۔ سورۃ التوبۃ: ۱۰۸/۹
Surah al-Tawbah: 9/108.

۴۷۔ الصالحہ الشامیؒ، امام محمد بن یوسف، سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد (تحقیق: مصطفیٰ عبدالواحد) لجنتہ الاحیا لتراث الاسلامی، القاھرۃ، ۱۳۹۲ھ، ص: ۵۰۱/۳
Al-Salihi Al-Shami, Imam Muhammad bin Youssef, Subul Al-Huda wal-Rashad fe Sirat Khair Al-Ebbad (Tahqiq: Mustafa Abdul-Wahed) Lajnah tul-Ihya Li Turath al-Islami, Cairo, 1392 AH, p: 3/501.

۴۸۔ امام ابو الحسن بن عبداللہ السمہودیؒ، وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ ﷺ، دار المصطفیٰ، القاھرۃ، ایڈیشن: ا، ۱۳۲۶ھ، ص: ۳۲۴/۱
Imam Abu Al-Hassan bin Abdullah Al-Samhoudi, Wafa Al-Wafa biakhbar Dar Al-Mustafa, Dar Al-Mustafa, Al-Qahera, V: 1, 1326 AH, p: 1/324.

۴۹۔ صحیح البخاری، حدیث: ۴۲۸ و صحیح مسلم، حدیث: ۵۲۴
Sahih Al-Bukhari, Hadith: 428 Sahih Muslim, Hadith: 524

۵۰۔ البدایۃ والنھایۃ، ص: ۳۰۳/۳ ۔ حیات القلوب، ج۲، ۵۲۱ ۔دلائل النبوۃ، امام ابی بکر احمد بن حسین بن علی البیہقیؒ (م۴۵۸ھ)، تحقیق: عبدالمعطی قلعجی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ، ص: ۵۰۹/۲
Al-Bidayah wa al-Nihayah, p.: 3/303. Hayat al-Qulub, 2/521- Dala'il al-Nabawiyyah, Imam Abu Bakr Ahmed bin Hussein bin Ali al-Bayhaqi (458AH), Edited by: Abd al-Mu'ta Qalaji, Dar al-Kutub al-'Ilmiyya, Beirut, 1405 AH, p: 2/509.

۵۱۔ سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ص: ۵۰۶/۳۔علامہ شبلی نعمانیؒ وسید سلیمان ندویؒ، سیرت النبی ﷺ، ص: ۲۸۱/۱
Subal al-Huda wa al-Rashad Fi Sirat Khair al-Ebad, p: 3/506. Allama Shibli Nomani wa Seyd Suliman Nadawi, Sirat al-Nabi, p: 1/281.

۵۲۔ الدکتور عبدالعزیز الحمیدی، التاریخ الاسلامی مواقف وعبر، دار الدعوۃ، الاسکندریہ، ایڈیشن: ا، ۱۴۱۸ھ، ص: ۱۳/۴
Dr. Abdul-Aziz Al-Hamidi, al-Tarikh Islami: Mawaqif wa Eibar, Dar Al-Da`wah, Alexandria, 1418 AH, p.: 4/13.

۵۳۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، ص: ۵۴/۱۲
Wasail al-Shi'ea Ila Tahseel Masail al-Sharia, p.: 12/54.

۵۴۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ص: ۹/۲
Majma'e al-Zwayed wa Manba'e al-Fwayed, p2/9.

۵۵۔ سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ص: ۳۶/۷
Subal al-Huda wa al-Rashad Fi Sirat Khair al-Ebad, p: 7/36.

۵۶۔ صحیح البخاری، حدیث: ۲۸۳۴۔ صحیح مسلم، حدیث: ۱۸۰۵

Sahih ul Bukhari, H#2834. Sahih Muslim, H#1805.

۵۷۔ الدکتور عبدالرشید محمد الرشید، القیادۃ العسکریۃ فی عھد الرسول ﷺ، دارالقلم، دمشق، ایڈیشن:۱، ۱۴۱۰ھ، ص: ۴۸۲

Dr. Abd al-Rashid Muhammad al-Rasheed, al-Qiyadatul Askariah Fi Ahd al-Rasul, Dar al-Qalam, Damascus, 1st Edtion, 1410 AH, p.: 482

۵۸۔ امام قاضی عیاض ابوالفضل بن موسیٰ بن عمرو الیحصبیؒ، الشفا فی التعریف بحقوق المصطفیٰ ﷺ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ص: ۱/۱۳۲

Imam Qadi Ayadh Abu al-Fadl bin Musa bin Amr al-Yahsabi, al-Shifa Fe al-Ta'erif Bi Huquq al-Mustafa, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, p.: 1/132

۵۹۔ امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذھبیؒ، تاریخ الاسلام، (م ۷۴۸ھ)، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ص: ۴۵۹

Imam Shams al-Din Muhammad bin Ahmed bin Othman al-Dhahabi, (748 AH), Tarikh Islam, Dar al-Kutub al-Ilmiyya, Beirut, p.: 459

۶۰۔ اسلام کا معاشی نظام، ص: ۲۳۴ — Islam ka Ma'ashi Nizam, p: 234

۶۱۔ صحیح البخاری، حدیث: ۱۹۶۶ — Sahih Al-Bukhari, Hadith: 1966

۶۲۔ فتح الباری، ص: ۴/۳۰۶. — Fath Al-Bari, (4/306).